قرآنی شریعت نہایت پاک و مطہر ہے

(فرمودہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۳۹ء)

۱۵۔ اپریل بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی صاحبزادی امتہ اللہ بیگم صاحبہ کے نکاح کا پیر صلاح الدین صاحب بی اے کے ساتھ اڑھائی ہزار روپیہ مہر پر اعلان فرمایا۔ لہ

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

ایک زمانہ عرب پر ایسا آیا ہے کہ رسم و رواج کی پابندیوں میں وہ ایسے جکڑے گئے تھے کہ گویا وہ قیدی تھی صرف اتنا فرق تھا کہ آج کل کے قیدیوں کی طرح وہ چار دیواری میں بند نہ تھے مگر ان کی وہ قید چار دیواری کی قید سے بھی زیادہ سخت تھی۔ کیونکہ آج کل کے قیدی جن کمروں میں بند ہوتے ہیں ان کی دیواریں تو آخر ان سے چند گز کے فاصلہ پر ہی ہوتی ہیں مگر وہ جو اپنے جسم میں قیدی تھے ان کی قید تو قید خانہ سے بھی سخت تھی اور ان کی ان جکڑ بندیوں اور قیدوں سے جو اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھیں رسول کریم ﷺ نے آکر ان کو آزاد کردیا اور وہ غلامی اور قید جو ان کی جائز آزادی کو تلف کئے ہوئے تھی اس کو یک دم اڑا دیا اور ان قیود کی جگہ ایک ایسا نیا قانون ان کو مل گیا جو انسانی جذبات کے مناسب حال اور کامل آزادی دینے والا تھا۔

درحقیقت آزادی اور غلامی میں قید و بند کا فرق نہیں کیونکہ وہ شخص جس کو ہم غلام کہتے ہیں اس کو بھی کچھ نہ کچھ آزادیاں ہوتی ہیں اور جسے ہم آزاد کہتے ہیں درحقیقت اس کے اوپر

بھی بعض قیود ہوتی ہیں۔ ہم جب کسی کو قیدی یا غلام کہتے ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس شخص کے اوپر تو کچھ پابندیاں ہیں اور جس کو ہم آزاد کہتے ہیں وہ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ بلکہ درحقیقت دونوں کے اوپر ہی بعض پابندیاں ہوتی ہیں اور دونوں ہی بعض قیود سے آزاد بھی ہوتے ہیں۔ مگر آج کل غلام اسے کہا جاتا ہے جس پر رواجی قید ہو اور آزاد اسے کہا جاتا ہے جس پر کوئی جابرانہ رواجی قید نہ ہو یعنی ایک قیدی کو اس لئے قیدی کہا جاتا ہے کہ اس نے مثلاً غبن یا کوئی اور جرم کیا تو حکومت نے اس کو بطور سزا قید کردیا۔ اگر اسے کھول دیا جائے تو وہ فوراً بھاگ جائے مگر وہ ماں جو اپنے گھر میں ہے اور اس کا اکلوتا بیٹا سخت بیمار پڑا ہے اور وہ اس کی چارپائی پر اس کے پاس بیٹھی ہے کیا وہ قیدی نہیں۔ وہ بھی قیدی ہے بلکہ وہ اس پہلے قیدی کی نسبت زیادہ سخت قسم کی قید میں ہے مگر باوجود اس کے ہم اسے اس لئے قیدی نہیں کہتے کہ وہ کسی جرم یا کسی گناہ کے بدلہ میں قید نہیں بلکہ اپنے بچہ کی محبت کی وجہ سے اس کے پاس بیٹھی ہے۔ گو ایسے حالات میں اگر ایک قیدی کو کہا جائے کہ بھاگ جا اور اس کے لئے بھاگنا ممکن ہو تو وہ ضرور بھاگ جائے گا اور اگر اس کے لئے بھاگنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو تو بھی اس کا منشاء ضرور ہوتا ہے کہ موقع ملے تو وہاں سے بھاگ نکلوں اور اس کے دل میں ہر وقت بھاگنے کی خواہش موجود ہوتی ہے مگر وہ ماں جو اپنے اکلوتے بیمار بچے کی چارپائی پر بیٹھی رہتی ہے اس کو تو بھاگنے کی خواہش بھی نہیں ہوتی بلکہ اگر تم اسے کہو کہ وہ کیوں بھاگ نہیں جاتی تو وہ اس سے ناراض ہوگی اور کہے گی کہ تم میرے اور میرے اکلوتے بیٹے کی جان کے دشمن ہو۔ پھر بعض لوگوں کو تین تین چار چار مہینے کی قید ہوتی ہے اور بعض کو قید بامشقت ہوتی ہے۔ مگر اس کے مقابل پر دیکھ لو کیا ایسی ہی قید بعض حاملہ عورتوں کو ہوتی ہے یا نہیں؟ کئی حاملہ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق چار چار پانچ پانچ مہینے چلنا پھرنا بند کردیتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو چھ چھ سات سات آٹھ آٹھ اور نو نو مہینے یعنی پورے ایام حمل تک ڈاکٹر عورتوں کو ہلنے سے منع کردیتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اس مریضہ کے لئے ہلنا نہایت مضر ہے اور وہ بے چاری اتنی مدت تک چارپائی پر پڑی رہتی ہے اور کروٹ تک بدل نہیں سکتی۔ مگر کوئی شخص اس کا نام قید نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ لوگ جو "حریت" "حریت" پکارتے رہتے ہیں عورتوں کی اس پابندی کو "حریت" کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ قید کسی حکومت کی طرف سے نہیں یا جابرانہ طور پر نہیں بلکہ جس طرح حکومت نے بعض افراد پر

قیدیں لگا رکھی ہیں اسی طرح قانون قدرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض پابندیاں عورتوں پر لگا دی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اولاد پیدا کریں اس لئے حاملہ عورتوں کو بعض حالات میں ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق لیٹے رہنا پڑتا ہے تو جسے ہم آزاد کہتے ہیں دراصل وہ بھی بعض پابندیوں میں جکڑا ہوا ہوتا ہے اور جسے ہم غلام یا قیدی کہتے ہیں وہ بھی بعض باتوں میں آزاد ہوتا ہے۔ چنانچہ چور جب قید ہوتے ہیں تو وہ باوجود قید ہونے کے ان کی روح آزاد ہوتی ہے اور وہ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ اس جگہ سے جب بھی چھوٹیں گے تو وہ اس چوری کو پورا کر کے چھوڑیں گے۔ یا قتل کے ارادہ میں پکڑے جاتے ہیں اور ابھی فعل قتل کو مکمل نہیں کیا ہوتا تو وہ دل میں یہ عہد کئے ہوئے ہوتے ہیں کہ اب اگر اس قید سے نکل کر گئے تو اس قتل کو مکمل کر کے رہیں گے۔

ایسا شخص بے شک آزاد ہے اور "مادر پدر آزاد" شخص بھی آزاد ہے مگر درحقیقت ایسے شخص کو کوئی بھی شریف انسان آزاد نہیں کہے گا اور نہ اس کے اس طریق کو آزادی سے تعبیر کرے گا۔ لیکن ایک شخص جو اپنے گھر میں ہی بیٹھا ہوا ہے اور جو اس چوری یا قتل وغیرہ کے جرائم میں سے کسی ایک جرم کا خیال بھی دل میں آنے نہیں دیتا اور اگر کسی وقت کوئی معمولی سا خیال بھی آجائے تو وہ فوراً اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے تو اس پر بظاہر کون سی قید ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا کرتا ہے۔ تو غلامی اور قید دراصل نسبتی امر ہیں بعض باتوں میں ایک آزاد غلام ہوتا ہے اور بعض باتوں میں ایک آزاد بھی مقید ہوتا ہے۔ اسلام نے بھی ایسی کلی آزادی نہیں دی کہ لوگ جو چاہیں کریں۔ بلکہ اسلام نے بھی بعض باتوں پر قیود لگا دی ہیں کہ ایسا نہ کرو اور بعض باتوں میں جو لوگوں کی بھلائی کی تھیں انہیں آزادی دے دی ہے گو صرف نسبت کا فرق ہو گیا۔ مثلاً پہلے بھی وہ اپنے اموال کو خرچ کرتے تھے مگر اب یہ کہا گیا کہ اسلام سے پہلے تو تم اپنے اموال کو غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرنے کی بجائے شراب نوشی اور جوئے بازی میں خرچ کیا کرتے تھے لیکن اب یہ قید لگائی جاتی ہے کہ تم روپیہ تو خرچ کرو مگر نیک کاموں میں خرچ کرو شراب وغیرہ میں خرچ نہ کرو۔

تو پہلی قیدیں جو ناجائز طور پر انہوں نے اپنے اوپر لگا رکھی تھیں اسلام نے ان کو دور کر دیا اور بعض نئی قیدیں جو ان کے لئے مفید تھیں وہ ان پر لگا دیں اور یہ آزادی یعنی "حریت" کے خلاف نہیں۔ ہر ایک کے اوپر کچھ نہ کچھ قیدیں خواہ وہ شرعی ہوں یا اخلاقی ہوں یا ذہنی ہوں

عائد ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو حریت یعنی "حریت ضمیر" اور "حریت افعال" کے بڑے حامی ہیں کیا ان میں سے کوئی اپنے باپ کو جوتے لگانے یا اپنی ماں کو چوٹی سے پکڑ کر مارنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟ وہ نہ تو خود ایسا کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے اور نہ ہی تم اس کی ایسی حرکت کو پسند کرو گے۔ بلکہ تم بھی اس پر ایک ذہنی قید وارد کرو گے اور کہو گے کہ کامل آزادی سے یہ مطلب نہیں کہ انسان "مادر پدر آزاد" ہو۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے دنیا میں مبعوث ہو کر لوگوں کو ایک بہت بڑی حریت عطا فرمائی ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اب انسان اپنے عمل میں آزاد ہے یا جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ شریعت لعنت ہے۔ [۲] اسی طرح نعوذ باللہ ہم شریعت کے احکام سے آزاد ہو گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام میں تم کو بتاتا ہوں وہ کرو اور جن سے میں روکتا ہوں ان سے بچو کیونکہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ تو بعض قیود اور پابندیاں اچھی ہوتی ہیں اور بعض قیود اور پابندیاں بری ہوتی ہیں۔ جو اچھی پابندیاں تھیں وہ رسول کریم ﷺ نے لوگوں پر لگا دیں اور جو بری رسوم تھیں ان کے بچنے کی قیود ان پر عائد کر دیں اور یہ ان لوگوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ آخر وہ پہلے بھی بعض کاموں کو چھوڑنے کی قیود اپنے اوپر رکھتے تھے اور بعض کاموں کو کرنے کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ مگر رسول کریم ﷺ کی عائد کردہ پابندیوں کو ایک عرصہ کے بعد لوگوں نے پس پشت ڈال دیا اور اس نور کو جو ان کی طرف نازل کیا گیا تھا رد کر کے اپنے آپ کو غلط "حریت" کا دلدادہ بنا لیا اور اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے خدا تعالیٰ نے کروڑوں کروڑ میل پر سورج کو رکھا ہے جو بدبودار جگہوں، جوہڑوں، تالابوں، نالیوں، نہروں، دریاؤں اور سمندروں وغیرہ سے بخارات کو اٹھاتا ہے اور پھر اس پانی کو نہایت مصفّٰی کر کے واپس لوٹاتا ہے مگر انسان اس صاف کئے ہوئے پانی کو پی کر پیشاب، پسینہ یا بلغم وغیرہ بنا کر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کا حال ہے کہ خدا تعالیٰ تو انسان کو نہایت پاک مصفّٰی اور مطہر شریعت عطا کرتا ہے مگر جب انسان اسے گندہ کر کے پھینک دیتا ہے تو وہ بدنما نظر آنے لگتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے ذریعہ شریعت نازل کر کے خدا نے مسلمانوں کو بھی ہزاروں قسم کے گندوں سے نکالا تھا مگر آپ کے بعد آج پھر مسلمان اپنی غلطیوں سے ان ہی قید و بند کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں جن سے رسول کریم ﷺ نے ان کو نکالا تھا اور باوجود شریعت اسلام کے پاک و مطہر ہونے کے خود مسلمانوں نے اس کو غیروں کے لئے بدنما داغ بنا رکھا ہے۔ مثلاً جب ان سے نماز کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں

بڑی مصیبت پڑ گئی حالانکہ اور ہزاروں قسم کی قیدیں جو انہوں نے خود اپنے اوپر لگا رکھی ہیں ان کی وہ پوری پوری پابندی کرتے چلے جائیں گے۔ مثلاً حقہ کی قید اسلام نے نہیں لگائی بلکہ مسلمانوں نے خود اپنے اوپر لگالی ہے۔ اب جہاں حقہ نظر آتا ہے دس بیس آدمی اس کے ارد گرد اکٹھے ہو کر حقہ پینے لگ جائیں گے مگر نماز کے لئے نہیں جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ قادیان میں ایک شخص آیا اور ایک دن ٹھہر کر چلا گیا۔ جنہوں نے اسے بھیجا تھا انہوں نے خیال کیا یہ قادیان جائے گا اور وہاں کچھ دن ٹھہر کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سنے گا وہاں کے حالات دیکھے گا تو اس پر احمدیت کا کچھ اثر ہو گا۔ مگر جب وہ صرف ایک دن ہی ٹھہر کر واپس چلا گیا تو ان بھیجنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تم اتنی جلدی کیوں آگئے۔ وہ کہنے لگا توبہ کرو جی وہ بھی کوئی شریفوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید کسی کے نمونہ کا اچھا اثر نظر نہیں آیا ہو گا جس سے اس کو ٹھوکر لگی ہوگی۔ انہوں نے پوچھا کہ آخر کیا بات ہوئی جو تم اتنی جلدی چلے آئے۔ ان دنوں قادیان اور بٹالہ کے درمیان یکّے چلا کرتے تھے اس نے کہا میں صبح کے وقت قادیان پہنچا مہمان خانہ میں مجھے ٹھہرایا گیا میری تواضع اور آؤ بھگت کی گئی ہم نے کہا سندھ سے آئے ہیں راستہ میں تو کہیں حقہ پینے کا موقع نہیں ملا اب اطمینان سے بیٹھ کر حقہ پئیں گے اور آرام کریں گے۔ ابھی ذرا حقہ آنے میں دیر تھی کہ ایک شخص نے کہا بڑے مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اول کو لوگ بڑے مولوی صاجب کہا کرتے تھے) اب حدیث کا درس دینے لگے ہیں پہلے درس سن لیں پھر حقہ پینا۔ ہم نے کہا چلو اب قادیان آئے ہیں تو حدیث شریف کا بھی درس سن لیں۔ حدیث کا درس سن کر آئے تو ایک شخص نے کہا کھانا بالکل تیار ہے۔ پہلے کھانا کھالیں۔ ہم نے کہا ٹھیک بات ہے کھانے سے فارغ ہو کر پھر اطمینان سے حقہ پئیں گے۔ ابھی کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ کسی نے کہا ظہر کی اذان ہو چکی ہے۔ ہم نے کہا۔ اب آئے ہیں چلو قادیان میں نماز بھی پڑھ لیتے ہیں ظہر کی نماز پڑھ چکے تو مرزا صاحب بیٹھ گئے اور باتیں وہاں شروع ہو گئیں۔ ہم نے کہا چلو مرزا صاحب کی گفتگو بھی سن لیں کہ کیا فرماتے ہیں پھر چل کر حقہ پئیں گے۔ وہاں سے باتیں سن کر آئے اور آکر پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر اطمینان سے بیٹھے اور حقہ سلگایا کہ اب تو سب طرف سے فارغ ہیں اب تسلی سے حقہ پیتے ہیں لیکن ابھی دو کش بھی حقے کے نہ لگائے تھے کہ کسی نے کہا عصر کی اذان ہو چکی ہے نماز پڑھ لو۔ حقہ کو اسی طرح

چھوڑ کر ہم عصر کی نماز کو چلے گئے عصر کی نماز پڑھی تو خیال تھا کہ اب تو شام تک حقہ کے لئے آزادی ہوگی کہ کسی نے کہا بڑے مولوی صاحب مسجد اقصیٰ میں چلے گئے ہیں اور وہاں قرآن کریم کا درس ہوگا۔ ہم نے سمجھا تھا کہ اب شام تک حقہ پینے کا موقع ملے گا پر خیر اب آئے ہیں تو قرآن کریم کا درس بھی سن ہی لیتے ہیں۔ بڑی مسجد میں گئے درس سنا اور سن کر واپس آئے تو مغرب کی اذان ہوگئی اور حقہ اسی طرح دھرا رہا اور ہم مغرب کی نماز کے لئے چلے گئے۔ نماز پڑھ کر پھر مرزا صاحب بیٹھ گئے اور ہم بھی مجبوراً بیٹھ گئے کہ مرزا صاحب کی باتیں سن لو۔ آخر وہاں سے آئے اور سوچا کہ اب شاید حقہ پینے کا موقع ملے لیکن کھانا آگیا اور کہنے لگے کھانا کھالو پھر حقہ پینا۔ شام کا کھانا بھی کھالیا اور خیال کیا کہ اب تسلی سے حقہ کے لئے بیٹھیں گے کہ عشاء کی اذان ہوگئی اور لوگ کہنے لگے نماز پڑھ لو خیر عشاء کی نماز کے لئے بھی چلے گئے۔ نماز پڑھ کر خدا کا شکر کیا کہ اب تو اور کوئی کام نہیں رہا اب پوری فرصت ہے اور حقہ پیتے ہیں لیکن ابھی حقہ سلگایا ہی تھا کہ پتہ لگا کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کو عشاء کے بعد بڑے مولوی صاحب کچھ وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں۔ اب بڑے مولوی صاحب وعظ کرنے لگ گئے۔ وہ ابھی وعظ کر ہی رہے تھے کہ سفر کی کوفت اور تکان کی وجہ سے ہم کو بیٹھے بیٹھے نیند آگئی پھر پتہ ہی نہیں کہ ہم کہاں ہیں اور ہمارا حقہ کہاں ہے۔ صبح جو اٹھا تو میں تو اپنا بستر اٹھا کر وہاں سے بھاگا کہ قادیان میں شریف انسان کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اب دیکھو یہ حقہ کی قید لوگوں نے خود ہی اپنے اوپر لگا رکھی ہے۔ کسی زمیندار کو دیکھ لو وہ دو دو تین تین گھنٹے روزانہ اور بیسیوں کام چھوڑ کر اور اپنا حرج کر کے بھی حقہ کے لئے ضرور وقت دے گا۔ اور جو لوگ اکٹھے بیٹھ کر حقہ پینے کے عادی ہیں وہ جتنا وقت صرف کرتے ہیں وہ دو تین گھنٹے سے قطعاً کم نہیں ہوتا، مگر نماز کے لئے دیکھو دن رات میں پانچ نمازیں مقرر ہیں اور فی نماز پانچ چھ منٹ لگتے ہیں بلکہ ہمارے ملک میں مشہور ہے کہ حنفیوں کی نماز پر تو دو تین منٹ سے زائد وقت لگتا ہی نہیں۔ اب گو اپنی مرضی سے جسے خدا توفیق دے وہ ایک نماز کے لئے گھنٹہ گھنٹہ لگالے مگر عام طور پر آٹھ دس منٹ ہی لگتے ہیں اور اس طرح پانچوں نمازوں پر پچاس منٹ یا ایک گھنٹہ صرف ہوگا مگر پھر بھی جب تم ان کو نماز کے لئے کہو گے، تو وہ یہی کہیں گے کہ کون نماز پڑھے وقت بالکل نہیں ملتا حالانکہ اور جگہوں پر وقت خرچ کرنے کی قید لگی ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے وہ قید لگائی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں

لگائی اور وہ قید جو محمد رسول اللہ ﷺ نے لگائی ہے اس کو اپنے اوپر نہیں لگائیں گے۔
اسی طرح زکوٰۃ ہے۔ لوگ مال خرچ کر لیتے ہیں مگر اس میں سے زکوٰۃ نہیں نکالیں گے۔ گو ہمارے ملک میں تو اب حالت ایسی ہے کہ لوگوں کے پاس اتنا روپیہ ہی نہیں ہوتا اور جو کوئی روپیہ پیسہ ہوتا بھی ہے تو اس کے متعلق "آیا کھایا اور اڑایا" والی کیفیت ہوتی ہے اور جس گھر میں روپیہ آیا اور کھایا اڑایا والا معاملہ ہوتا ہے تو وہاں زکوٰۃ کیسے لگے گی۔ مگر باوجود اس کے آخر انسان بعض موقعوں کے لئے روپیہ جمع کر کے رکھتے ہیں مثلاً بیاہ شادی کے موقعوں کے لئے عموماً لوگ کچھ نہ کچھ جمع کرتے ہیں اور جو مال زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن لوگ زکوٰۃ کے لئے تو اس میں سے کچھ نہیں دیں گے اور سارا مال بیاہ شادیوں کے موقع پر اڑا دیں گے۔ تو روپیہ تو وہ بھی خرچ کر دیتے ہیں مگر جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے خرچ کرنے کی قید لگائی ہے وہاں خرچ نہیں کریں گے۔ تو بے شک بہت سی پابندیاں رسول کریم ﷺ نے آکر لگائی ہیں مگر وہ پابندیاں بہت زیادہ ہیں جو آج مسلمانوں نے خود اپنی مرضی سے اپنے اوپر لگا رکھی ہیں اور جن میں وہ اپنا تمام روپیہ تباہ کر رہے ہیں۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا فیروز پور کا ایک واقعہ میں نے اخباروں میں پڑھا تھا کہ ایک شخص نے شاید ساٹھ روپے ساہوکار سے لئے تھے اور اب وہ ننانوے ہزار روپے سود در سود بن کر ہو گئے ہیں۔ اسلام نے بھی گو پابندیاں رکھی ہیں مگر وہ کہتا ہے کہ ہم تمہارے اوپر اتنا بوجھ ڈالیں گے جتنا تم اٹھا سکو گے۔ مگر ہم لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنی مرضی سے اپنے اوپر ناقابل برداشت بوجھ ڈال رکھے ہیں اور جہاں خدا کے دین کے لئے خرچ کرنے کو کہو تو کہیں گے جی کہاں سے دیں؟ ہمیں تو آپ کھانے تک کو نہیں ملتا۔

اسی طرح بیاہ شادی ہے عیسائی، ہندو، مسلمان وغیرہ سب ہی بیاہ شادیوں پر پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں بلکہ مسلمان تو چونکہ ہندو بنیوں سے لے لے کر اخراجات کرتے رہتے ہیں اس لئے وہ جو کچھ کماتے ہیں ان کی وہ ساری کمائی بنئے کے گھر ہی چلی جاتی ہے اور بنئے بھی جو کچھ جمع کرتے رہتے ہیں وہ جیسا کہ مثل مشہور ہے "بنئے کی کمائی بیاہ یا مکان نے کھائی"۔ وہ سب بیاہ شادی کے موقعوں پر اڑا دیتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں کا سارا روپیہ بیاہ کے موقع پر لڑکے والے لے جاتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ان میں رواج ہے کہ جب بیاہ پر جاتے ہیں تو لڑکے والے لڑکی والوں سے کہتے ہیں بتاؤ کیا دو گے۔ چنانچہ بنگال کی طرف یہ عام رواج ہے

بڑے بڑے لوگ بلکہ چوٹی کے خاندانوں میں جو ملک کے لیڈر ہیں یا سروغیرہ کے خطاب رکھتے ہیں وہ بھی جاکر کہیں گے کہ دو گے کیا؟ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لڑکے کو جس چیز کا زیادہ شوق ہو وہ اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ مثلاً اگر اسے موٹر کا شوق ہے تو وہ کہہ دے گا مجھے موٹر لے دو یا اور جس چیز کی خواہش کرے لڑکی والے مہیا کردیتے ہیں خواہ اس بیچارے میں اتنی طاقت نہ ہو اور اگر وہ کہہ دے کہ فلاں مطالبہ کو پورا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں تو لڑکے والے کہیں گے کہ اگر طاقت نہیں تو ہم تمہاری لڑکی لینے کے لئے تیار نہیں۔ جاؤ کسی اور کو لڑکی دے دو۔ حتیٰ کہ بعض اوقات نہایت تکلیف دہ حالات پیش آجاتے ہیں اور کئی موقعوں پر تو لڑکیوں نے ایسی باتوں سے تنگ آکر خود کشیاں کرلی ہیں۔

بنکم چیٹرجی ایک بنگالی مصنف نے کئی ایسے واقعات لکھے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ قوم کے جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں جن میں وہ اپنے اموال کو تباہ وبرباد کرتے ہیں وہ اپنی دنیاوی خواہشوں کے مطابق خرچ کریں گے مگر اس طریق پر جسے ہر مذہب کے داناؤں نے پیش کیا ہے نہیں چلیں گے۔ اسی طرح ہمارے مسلمانوں کا حال ہے ان میں بھی شادی بیاہ کے موقعوں پر نہایت بے دردی سے روپیہ اڑا دیا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے نہایت سادہ طریق پر شادیاں کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ خود رسول کریم ﷺ کی اپنی لڑکی کا بیاہ دیکھو وہ کیسا سادہ تھا۔ مسجد میں صحابہ جمع ہیں رسول کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی لڑکی حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح کا اعلان فرماتے ہیں، پھر چند عورتیں لڑکی کو رخصت کرکے لانے کے لئے آپ کے گھر جاتی ہیں، آپ نے دودھ کا پیالہ منگوایا، اپنی لڑکی اور داماد کو پلایا اور دعا کرکے لڑکی کو رخصت کردیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ لڑکیوں کو کچھ دینا ہی نہیں چاہئے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس وقت رسول کریم ﷺ کی حالت ایسی ہی تھی کہ آپ کچھ دے نہیں سکتے تھے۔ درحقیقت اس میں آپ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ جیسی جیسی تمہاری حالت ہوا کرے ویسا ہی معاملہ کرلیا کرو۔

اسی طرح آج کل بڑی شان وشوکت سے ولیمے کئے جاتے ہیں خواہ اپنی حیثیت اس قسم کے ولیموں کو برداشت نہ کرسکتی ہو۔ دیکھو لو رسول کریم ﷺ نے اس موقع کے لئے کیا حکم دیا ہے آپ فرماتے ہیں أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ [3] کہ ایک بکری ذبح کرکے ولیمہ کردو اور لوگوں کو کھانا

کھلا دو۔

اسی طرح مہر ہے لوگ اب اپنی حیثیت سے بہت بڑھ چڑھ کر مہر باندھتے ہیں بلکہ ہمارے ملک میں تو لاکھوں تک بھی مہر باندھے جاتے ہیں۔ مگر وہ مہر صرف باندھے ہی جاتے ہیں ان کے ادا کرنے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ اس وقت جس نوجوان کا نکاح ہے ان کے والد پیر اکبر علی صاحب کا نکاح بھی میں نے ہی پڑھا تھا اس میں مہر دس ہزار روپیہ تھا میں جب نکاح پڑھنے لگا تو میں نے پیر صاحب سے کہا کہ اگر یہ مہر دینے کی نیت ہے تو اتنا مہر باندھیں ورنہ کم کر دیں۔ اس پر وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا حضور اب میں نیت کرتا ہوں کہ یہ مہر ضرور ادا کر دوں گا۔ شاید خدا نے ان کی اس وقت کی نیت اور نیک ارادہ کرنے کی وجہ سے بعد میں ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ انہوں نے دس ہزار روپیہ مہر ادا کر دیا۔ مگر لوگ تو ایسی حالت میں مہر باندھتے ہیں کہ وہ خود کنگال ہوتے ہیں اور گھر میں کھانے تک کو کچھ نہیں ہوتا یہاں تک کہ نکاح کے دو جوڑے بھی بنئے سے قرض لے کر لاتے ہیں۔ مگر مہر دیکھو تو کیا ہوگا تین گاؤں، ایک ہاتھی، اتنے گھوڑے اور اتنے روپے وغیرہ۔ میں نے تو خود تو کوئی ایسا واقعہ نہیں سنا مگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں جو میں نے پڑھا ہے کہ مہر میں اتنی مکھیوں کے پر اور اتنے مچھروں کے انڈے بھی شامل ہوتے تھے گویا یہ ان کی بڑائی کا نشان ہوتا ہے اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ ادھر ہماری بیٹی کی شادی ہوئی اور پھر سارا ملک مکھیوں کے پر اور مچھروں کے انڈے جمع کرنے میں لگ جائے گا۔ مگر دیکھو رسول کریم ﷺ کے پاس ایک عورت آتی ہے اور آکر کہتی ہے یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے آپ کو حضور کے لئے ہبہ کرتی ہوں آپ فرماتے ہیں مجھے تو حاجت نہیں مگر ہم کسی اور نیک مرد سے تمہاری شادی کرا دیں گے۔ اسی مجلس میں سے ایک اور شخص اٹھ کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے کرا دیجئے۔ آپ نے پوچھا، کچھ پاس بھی ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے کہا لوہے کی انگوٹھی ہی سہی۔ معلوم ہوتا ہے وہ صحابی بھی بہت ہی غریب تھا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ آپ نے کہا اچھا قرآن شریف کی کچھ سورتیں ہی یاد ہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو قرآن کریم کی تین سورتیں ہی مہر میں یاد کرا دینا۔ ؎

درحقیقت عورت کا مہر اس لئے رکھا گیا ہے کہ بعض ضروریات تو خاوند پوری کر دیتا ہے

لیکن بعض ان سے بھی زائد ضرورتیں ہوتی ہیں جن کو عورت اپنے خاوند پر ظاہر نہیں کر سکتی۔ پس وہ اپنے اس حق سے ایسی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے اس لئے اسلام نے مہر کے ذریعہ عورت کا حق مقرر کیا ہے اور وہ خاوند کی حیثیت کے مطابق رکھا ہے۔ مگر لوگ اتنا مہر باندھتے ہیں کہ بعض اوقات خاوند کی ساری ساری جائداد دے کر بھی وہ مہر پورا نہیں ہوتا اور اس طرح مقدمات ہوتے ہیں اور اب تو عدالتیں ایسے دعووں میں نصف مہر عورت کو دلا دیتی ہیں اور بعض مجسٹریٹ اتنے بڑے بڑے مہروں کو ظالمانہ فعل کہہ دیتے ہیں اور بعض دفعہ مرد کی جائداد سے دلا بھی دیتے ہیں۔

اسی طرح ورثہ ہے لوگ روپے کو اور اور طرح اڑا دیں گے۔ بیاہ شادیوں پر لٹا دیں گے مگر لڑکیوں کو ان کا جائز حق جو اسلام نے مقرر کیا ہے نہیں دیں گے۔ شادیوں کے وقت اگر کہو کہ اس قدر خرچ نہ کرو تو کہیں گے اگر ہم یہ خرچ نہ کریں تو ہماری ناک کٹ جائے گی۔ مگر جوں ہی لڑکی گھر سے جاتی ہے تو پہلے تو شاید ان کی مصنوعی ناک ہی کٹتی مگر اب چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سچ مچ ان کی ناک کٹ رہی ہوتی ہے یعنی جب سود خوار ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں، جب وہ عدالتوں میں مقدمات لئے پھرتے ہیں، جب جائدادیں قرق ہو رہی ہوتی ہیں تو اس وقت حقیقی طور پر ان کی ناک کٹ جاتی ہے۔ اگر نکاح کے وقت وہ ایسا نہ کرتے تو شاید ان کی ناک کی چونچ ہی کٹتی یا نہ کٹتی مگر اب تو سب کی سب کٹ جاتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا یہ حکم کہ لڑکیوں کو ان کا حق دو وہ پورا نہیں کریں گے اور یوں سب کچھ تباہ و برباد کر لینا گوارا کر لیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پھر ہمیں ان قباحتوں سے بچا لیا جن میں آج مسلمان مبتلاء ہیں گو ابھی یہ تو نہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی غلطی نہیں کرتا تاہم ہمارے اندر ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ضرور ہے جو اسلامی تعلیم پر عمل کر رہی ہے اور رسم و رواج کی ان قیدوں سے آزاد ہو رہی ہے۔ چنانچہ ہماری جماعت میں پہلے بھی بہت سے لوگ ایسے تھے جو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے لیکن اب تو جب سے پچھلے سال میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی جماعت کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دینے کی ہدایت کی ہے سب نے اقرار کئے ہیں کہ وہ ضرور اسلامی تعلیم کے مطابق لڑکیوں کو ورثہ دیا کریں گے چنانچہ بہت سے لوگ اپنے اقرار کے مطابق ایسا کر رہے ہیں۔ غرض شریعت کا صحیح نمونہ ہماری جماعت میں موجود ہے۔ گو ابھی پورے طور پر نہیں مگر جتنے حصہ کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق ملی

ہے اس سے یہ اندازہ تو کیا جاسکتا ہے کہ ہم اس حصہ کے پورا کرنے سے بگڑے ہیں یا اچھے ہوئے ہیں اور پھر باقی حصے پر عمل نہیں کرتے تو اس صورت میں ہم خدا تعالیٰ کے سامنے زیادہ مجرم قرار پائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں کہہ سکتا ہے کہ جب تم لوگوں نے بعض حصوں پر عمل کر کے میرے احکام کا میٹھا اور پھل دار ہونا دیکھ لیا تھا تو پھر کیوں تم نے ان تمام احکام پر عمل نہ کیا۔

تو آدمی بہر حال کسی نہ کسی قید میں ہو گا خواہ وہ شرعی قیود کو اپنے اوپر وارد کرے یا خواہ اپنی مرضی سے رسم و رواج کی پابندیوں میں اپنے آپ کو جکڑ لے مگر وہ ضرور کسی نہ کسی قید میں ہو گا اور کسی قوم میں بھی اپنے کسی عزیز کی نسبت "مادر پدر آزاد" والی آزادی کو اچھا قرار نہیں دیا جاتا بلکہ کوئی اپنے لئے یہ الفاظ بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا کیونکہ "مادر پدر آزاد" والی حریت دراصل ایک گالی ہے کہ فلاں شخص اپنے اوپر کسی قسم کی بھی قید نہیں لگاتا۔

تو جب ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر کوئی نہ کوئی قید لگانی ہی پڑتی ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی طرح غلامی کرنی پڑتی ہے تو پھر کیوں نہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کریں اور کیوں نہ ہم آپ کے فرمائے ہوئے احکام کی قیود کو اپنے اوپر وارد کریں کیونکہ بڑے آدمیوں کی غلامی بھی تو ایسے اعلیٰ مقامات پر پہنچا دیتی ہے جہاں دوسرے لوگ پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک تحصیلدار ہے اب بے شک تحصیلدار اپنی جگہ ایک بڑا آدمی ہے لیکن جہاں ڈپٹی کمشنر کا بہرہ جاسکتا ہے کیا تحصیلدار وہاں جاسکتا ہے۔ پھر اور دیکھو ڈپٹی کمشنر جہاں خود جاسکتا ہے وہیں اس کا بہرہ بھی جاسکتا ہے لیکن کئی مقامات پر ڈپٹی کمشنر نہیں جاسکتا مگر کمشنر کا بہرہ وہاں بھی جاسکتا ہے۔ اسی طرح کمشنر کا بہرہ بھی صرف وہاں جاسکتا ہے جہاں خود کمشنر جاسکتا ہے۔ لیکن کئی مقامات پر کمشنر بھی نہیں جاسکتا مگر گورنر کا بہرہ وہاں بھی پہنچ سکتا ہے۔ تو بڑوں کی غلامی بھی انسان کو بڑا بنا دیتی ہے اور جب ہر انسان کو کسی نہ کسی رنگ کی قیدیں لگی ہوئی ہیں تو کیوں نہ ہم اپنی مرضی سے اپنے اوپر قید لگانے کی بجائے رسول کریم ﷺ کی قیدوں کو اپنے اوپر لگائیں اور آپ کی غلامی اختیار کریں جن کی غلامی سے بھی ہم کو عزت حاصل ہو گی اور جن کی بڑائی کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بڑائی حاصل ہو گی۔

(الفضل ۳۱۔ اگست ۱۹۶۰ء صفحہ ۲ تا ۵)

ا؎ الفضل ۱۸۔ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۲

۲؎ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا....." (گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳ بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۹۴ء)

۳؎ بخاری کتاب النکاح باب الولیمة ولو بشاة

۴؎ بخاری کتاب النکاح باب عرض المراة نفسها علی الرجل الصالح